ڈاکٹر فان گرونن بام

ایک بلند پایہ مفکّر

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم سے میری پہلی ملاقات شکاگو میں اس وقت ہوئی جب کہ وہ "فطرتِ اسلام" کے موضوع پر ایک عام اجتماع میں تقریر کر رہے تھے۔ اس وقت نہ صرف میں نے بلکہ اکثر سامعین نے بھی یہ محسوس کیا کہ وہ جس انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے عمداً اس مذہب کے تاریخی پس منظر سے صرفِ نظر کیا ہے۔ اپنے طور پر میں نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالی تھی کہ ہو نہ ہو موصوف نے محض امریکی سامعین کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے یہ روش اختیار کی ہے کہ ایک ایسے دین اور ایک ایسی تہذیب کو جس پر ایک مدت سے طبقاتی تعصبات کی گرد جمی ہوئی ہے، خوشی کی بات ہے کہ اب یہ داستان قصۂ پارینہ ہو چکی ہے، شائستہ و بائستہ روپ میں پیش کریں۔ بعد میں وہ وقت بھی آیا کہ مجھے ان کی تحریروں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اور ساتھ ہی مجھے ان سے اس ماحول میں ملاقات کا موقع ملا جس کی تخلیق ان کا نصب العین تھا اور جس کی حفظ و بقا اور ارتقا کے لیے انھوں نے اپنی پوری زندگی تج دی تھی۔ یہی موقع تھا جہاں مجھے ان کے موقف کی صحت و اہمیت کا صحیح معنی میں احساس ہوا اور اس حوصلے کا اندازہ بھی ہوا جس سے وہ اپنے نظریات کی تبلیغ میں کام لیتے تھے۔ نہ تو کسی کی مخالفانہ تحریک سے ان کے کام میں روڑا اٹکا اور نہ اس خراجِ تحسین سے ان پر اثر پڑا جو انھوں نے بعض ترقی پسند مفکرین سے وصول کیا تھا۔

وہ ایک اعلیٰ درجے کے مفکر تھے لیکن بحث و مذاکرہ میں ان کے بیان کا رنگ زیادہ کھلتا تھا۔ ان کا وسیع ذخیرۂ معلومات، مباحثے میں ان کا بعجلت تمام بات کی تہہ تک پہنچ جانا، مشکل سے مشکل موضوع پر سادہ الفاظ میں گفتگو اور پھر اس شان سے کہ لطف ادا میں بھی فرق نہ آئے۔ یہ وہ خصوصیتیں تھیں جن کی بنا پر مجھے بارہا ان کے حضور سرِ تسلیم و تعظیم خم کرنا پڑا۔ وہ اپنے عقائد کے سلسلے میں مفاہمت کیے بغیر اپنے مخاطب کا دل موہ لیتے تھے۔ انھوں نے کبھی کسی کو قائل معقول کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اس کے باوجود کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ان کی بات سنے اور اس پر صاد نہ کرے۔ وہ اپنے مقامِ فضل و کمال کا وقار برقرار رکھتے ہوئے نظم و نسق کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اختلافِ رائے کے باوجود وہ اپنے مخالفین سے تعلقات میں بدمزگی نہیں آنے دیتے تھے۔ میں اس راہ و رسم سے جو ان کے اور میرے درمیان تھی کافی لطف اندوز ہوتا رہا اور اب ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔